QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

انکارِ حدیث کا تاریخی ارتقاء، محرکات وعوامل کا تنقیدی جائزہ

The Historical Evolution of Hadith Rejection: A Critical Analysis of Its Causes and Motivating Factors

Ali Imran
Doctoral Candidate, Dept. of Islamic studies, University of Okara.
Email: mufti.ali.imran@vu.edu.pk
Dr. Anwarullah
Lecturer Dept. of Islamic studies, University of Okara.
Email: anwartybi@uo.edu.pk

The denial of Hadith has remained a significant and controversial trend in Islamic intellectual history. While the Companions and early generations unanimously recognized Hadith as a primary source of religion alongside the Qur'an, in later periods its authority was questioned under various historical and intellectual influences.

Initially, groups such as the Khawarij and the Mu'tazila rejected certain Hadith due to their rationalist tendencies and preference for reason over transmitted reports. During the Abbasid era, the influx of Greek philosophy, logic, and foreign intellectual currents further strengthened this approach. In colonial South Asia, Hadith rejection emerged as an organized intellectual movement. Thinkers like Sir Syed Ahmad Khan and Ghulam Ahmad Parvez, influenced by Western thought, Orientalist critiques, and modern rationalism, either denied the necessity of Hadith or subordinated it entirely to the Qur'an.

A critical examination reveals that the roots of Hadith rejection lie primarily in external intellectual influences and internal scholarly weaknesses, rather than in the authenticity or reliability of Hadith themselves. The classical scholars of Hadith developed rigorous principles of verification, successfully distinguishing between authentic and weak reports, thus providing the Muslim ummah with a reliable corpus.

Hadith rejection essentially represents an attempt to undermine one of the two fundamental sources of Islam. Without the Sunnah of the Prophet ﷺ, the Qur'an cannot be fully understood, Shariah cannot be elaborated, and the Islamic system cannot be completed. Hence, the

DOAJ
Academic Resource Index ResearchBib
Journament
CiteFactor
اشاریہ اردو جرائد
Eoi Electronic Object Identifier
I2OR
Cosmos

movement of Hadith rejection reflects both intellectual weakness and an effort to destabilize the very foundations of religion.

Keywords: Hadith Rejection, Islamic Intellectual History, Rationalism and Modernism in Islam, Qur'an and Sunnah, Orientalist Influence on Islamic Thought

خلاصہ

انکارِ حدیث اسلامی علمی روایت میں ایک اہم اور متنازعہ رجحان رہا ہے۔ اگرچہ صحابہ کرامؓ اور تابعین کے دور میں حدیث کو قرآن کے ساتھ دین کا بنیادی ماخذ تسلیم کیا گیا، لیکن بعد کے ادوار میں بعض فکری و تاریخی عوامل کے زیرِ اثر اس کی حجیت پر سوالات اٹھائے گئے۔

ابتدائی طور پر خوارج اور معتزلہ نے عقل کو نقل پر فوقیت دیتے ہوئے بعض احادیث کو رد کیا۔ عباسی دور میں فلسفہ، منطق اور غیر اسلامی افکار کے اثرات نے بھی اس رجحان کو تقویت بخشی۔ برصغیر میں استعماری یلغار کے زمانے میں انکارِ حدیث نے ایک منظم فکری تحریک کی صورت اختیار کی۔ سر سید احمد خان اور غلام احمد پرویز جیسے مفکرین نے مغربی افکار، استشراقی اعتراضات اور جدید عقلیت پسندی سے متاثر ہو کر حدیث کو یا تو غیر ضروری قرار دیا یا پھر قرآن کے تابع ماخذ سمجھا۔

تنقیدی مطالعہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ انکارِ حدیث کے پس پردہ اصل عوامل خارجی فکری اثرات اور داخلی علمی کمزوریاں تھیں، نہ کہ احادیث کی صحت یا سند کے حوالے سے کوئی حقیقی اشکال۔ محدثین نے نہایت سخت اصول و ضوابط مرتب کیے جن کے ذریعے صحیح اور ضعیف روایت میں امتیاز قائم کیا گیا، اور امت کو ایک معتبر ذخیرہ فراہم کیا۔ انکارِ حدیث دراصل دین کے ایک بنیادی ماخذ کو متنازعہ بنانے کی کوشش ہے۔ قرآن کی صحیح تفہیم، شریعت کی تفصیل اور اسلامی نظام کی تکمیل سنتِ رسول ﷺ کے بغیر ممکن نہیں۔ لہٰذا، انکارِ حدیث کی تحریک نہ صرف علمی کمزوری کی علامت ہے بلکہ دینی اساس کو کمزور کرنے کا ذریعہ بھی ہے۔

تعارف

معرکۂ خیر و شر اور قصۂ آدم و ابلیس ازل سے ہی شروع ہے یعنی حق شناسی و ناسپاسی برابر ہی برسرِ پیکار ہے۔ جیسے پھول کانٹوں سے نکل کر اُبھرتا ہے اسی طرح یہ متضادات بعض اوقات دوسری شے کے لیے نکھار، اُبھار اور ترقی و عروج کا سبب بنتے ہیں، جیسے روشنی کی قدر و منزلت اندھیرے سے، سایہ کا سکون دھوپ سے، اور ٹھنڈے پانی کا مزہ گرمی سے محسوس ہوتا ہے بالکل اسی طرح جب بطلان و عصیان کی سرکشی کی تند و تیز ہواوں کو کچل کر حق اُبھرتا ہے تو چھا جاتا ہے۔ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک شخص ذوالخویسرہ نامی، حنین کی فتح کے بعد مقام جعرانہ پر، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاندی تقسیم فرما رہے تھے تو ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا انکار کرتے ہوئے کہا، اے محمد عدل کیجیے، پھر اس کے بعد حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ کی مجلس میں کسی شخص نے کہا کہ آپ صرف ہمیں قرآن پڑھ کر سنایا کریں تو یہ وہ دوسرا شخص تھا جس نے حدیث مبارکہ کا انکار کیا پھر تقریبا ایک ہزار سال تک تاریخ اسلام میں کوئی منکرِ حدیث شرق تا غرب، پیدا نہیں ہوا، پھر تیرویں صدی ہجری میں برصغیر میں سر سید احمد خان، اور ان کے ساتھیوں میں مولوی چراغ دہلوی، مولوی احمد دین امرتسری نے استخفافِ حدیث سے کام لیا جو کسی بھی حدیث کا کھلم کھلا انکار تو نہیں کرتے تھے بلکہ اس کی معتبریت کا انکار کر دیتے تھے، بھلے اس کی

سند کتنی ہی کبھی کیوں نہ ہوتی اور جو اپنے مدعا کے مطابق ہو ،ہر اس بات کو لے لیا جاتا اگرچہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو، اسی روش پر سود کو حلال کیا گیا ،معجزات کا انکار کیا گیا ،پردہ کا انکار کیا گیا اور بہت سارے مغربی نظریات کو سند جواز دی گئی ،اس کے بعد اس نظریہ کو مزید ترقی اور کسی قدر منظم طور پر عبداللہ چکڑالوی کی قیادت میں آگے بڑھا، اور وہ ایک فرقے کا بانی قرار پایا ،جو خود کو اہل قرآن کہتا تھا عبداللہ چکڑالوی کے بعد مولانا اسلم جراج پوری نے اس نظریے کو مزید ترویج دی اور مولانا اسلم جراج پوری کے شاگردوں میں غلام احمد پرویز نے اس فتنہ کو مزید پھیلانے میں اپنا حصہ ڈالا، غلام احمد پرویز کہتے ہیں، جس آدم کا ذکر قرآن میں ہے یہ وہ آدم نہیں جو انسان اول اور پیغمبر ہے بلکہ یہ الگ الگ شخصیات ہیں ، غلام احمد پرویز کے ساتھیوں میں ڈاکٹر غلام جیلانی برق اور ڈاکٹر عبدالودود خاص طور پر قابل ذکر ہیں اسی سوچ اور فکر کو مزید آگے بڑھایا مولانا امین احسن اصلاحی نے، انہی کے نظریہ کو پروموٹ کیا ، موجودہ ،دور میں اس نظریہ کے حامل جاوید احمد غامدی صاحب ہیں جو استخفافِ حدیث پر کام کر رہے ہیں وہ کھلم کھلا کسی حدیث کا انکار کرنے کی بجائے ایسی تاویل پیش کرتے ہیں کہ موجودہ دور میں احادیث پر عمل ممکن نہیں ہے ،جو ملت ابراہیمی کے نام پے امریکن اسلام کا ایک ماڈل تیار کرنا چاہتے ہیں ،اور وہ قرآن کی تشریح بھی زمانہ جاہلیت کے شعراء کی شاعری پر کرنے کہ داعی ہیں زمانہ جاہلیت کے شعراء کی شاعری پر قرآن کی تعبیر کے داعی ضرور ہیں لیکن رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کی ہوئی تفسیر اور معنی و مطالبِ قرآن جو آپ ﷺ نے طے کیے ان کو ماننے سے انکاری ہیں ،معاشرہ سے احکام کو ثابت کرنا ان کا ایک بنیادی نظریہ ہے ،جبکہ سارا معاشرہ تو قرآن اور حدیث کو دین کا ماخذ سمجھتا ہے اس بات سے وہ صرف نظر کرتے ہیں ، اسلامی تاریخ کے ڈیڑھ ہزار سال میں نمایاں طور پہ 15 سے 20 لوگ ہیں جنہوں نے انکارِ حدیث کو اپنا شعار بنایا اور باقی ساری امت اس بات پر متفق ہے کہ دین کا ماخذ قرآن اور حدیث دونوں ہیں تو منکرینِ حدیث کی سوچ یہ ہے کہ وہ قرآن کے مطابق امت کی رہنمائی کریں اور دین کی مرمت کر کے اپنی من چاہی تعبیرات کے ذریعے اپنے دامِ فریب میں ان کو پھانسا جا سکے جبکہ امت کا اجتماعی ضمیر اس کو قطع نظر قبول کرنے سے انکاری ہے، منکرینِ حدیث کی کتب چھوٹے بڑے رسائل ملا جلا کے ایک سو تک بھی نہ پہنچ سکے، جبکہ ان کے رد پر لکھی گئی کتب و رسائل تقریبا 500 سے بھی متجاوز ہیں جو ان کے جواب کے لیے کافی ہیں۔

اسلام چونکہ آفاقی دین ہے اس لیے اسلام کے پیرو اور مخالفین و موافقین ہر علاقہ میں پائے جاتے ہیں، لوگ اسلام سے متاثر بھی ہوئے، اور ہر طرح کے اسکالرز کو نبی رحمت ﷺ کے فرامین سے متعلق تجسس ہوا، اور انہوں نے فرامینِ رسول ﷺ کی چھان پھٹک شروع کی، تو ان میں سے کوئی راہ صواب تک پہنچا اور کوئی ضلال مبین کا شکار ہوا، تو اس نے اسلام سے ضد اور عناد کی بنیاد پر کبھی قرآن کا انکار کیا، کبھی حدیث کے منکر ہوئے، اور کبھی سیرت پر انگشت زنی کی۔ کیونکہ لوگ سابقہ انبیاء اور سابقہ کتب سماویہ کا انکار کر چکے تھے تو اس فطرت کے لوگوں کے لیے انکارِ حدیث کوئی بعید از قیاس بات نہ تھی۔ "انکار حدیث" در اصل وحی الہی کا ہی انکار ہے اس لیے کے قرآنی الفاظ و آیات کی مراد کا تعین رسول اللہ کے فرمان ہی سے ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، بیع و شراء، الغرض انسان کے انفرادی معاملات سے لے کر سیاسی اور ملی امور تک تمام احکام قرآنی ہیں، لیکن اس کی تفصیلات اور ان پر عمل حدیث کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

حجیت وضرورتِ حدیث

اللہ تعالی نے فلاحِ انسانی کے لیے زمینی ہدایت بصورتِ انبیاء مبعوث فرمائے اور آسمانی ہدایت (کتب ساویہ) کا انتظام بھی فرمایا۔ مگر طاغوتی قوتوں نے ضلال مبین کا بین ثبوت بننے کے لیے زمینی ہدایت کی تکذیب کی اور آسمانی ہدایت کو بدل ڈالا۔ انسانیت کو راہ ہدایت دیکھانے کے لیے پھر اللہ تعالی نے سلسلہ نبوت کی آخری کڑی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو ختم الرسل بنا کر بھیجا اور ان پر اپنا آخری غیر متبدل کلام، قرآن مجید نازل فرمایا۔ جس میں ہر چیز کا روشن بیان فرمایا اور خشک وتر کی ہر چیز کا علم رکھا۔ مزید فرمایا کہ ہم نے یہ کتاب آپ پر اس لیے نازل کی ہے تاکہ آپ اس کے ذریعے لوگوں کو سمجھائیں اور انسان کی ٹوٹی ہوئی ڈور پھر سے معبود برحق کے ساتھ جوڑ دیں۔

" وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ "[1]

"ہم نے آپ ﷺ پر ذکر (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ ﷺ لوگوں کو بیان فرمائیں کہ ان کی طرف کیا احکام نازل کئے گئے ہیں"۔

اس آیت مبارکہ میں جو اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو احکام بیان کرنے کا حکم فرمایا ہے اور یقینا آپ نے وہ بیان بھی فرمائے ہیں تو ظاہر ہے وہ سب احادیث ہیں گویا اس لحاظ سے اس آیت مذکور میں حدیث کی اطاعت وتسلیم کا حکم خود اللہ نے دیا ہے جس پر ایمان وعمل دونوں ضروری ہیں۔

" وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ "[2]

"اور رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں"۔

اب ظاہر ہے کتاب وحکمت کو سیکھانے کے لیے آپ ﷺ نے جو کر کے دکھایا، یا حکم دیا وہ سب احادیث ہیں تو جس طرح آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو سکھایا حالانکہ وہ انتہائی قُرب میں تھے جب ان صحابہ کو کتاب وحکمت سمجھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واتباع کی ضرورت تھی بعینہ ہمیں بدرجہ اولیٰ زیادہ محتاجی ہے اور یہ محتاجی احادیث مبارکہ ہی دور کر سکتی ہیں۔

آپ ﷺ نے جس طرح قرآنی احکام کے مطالب ذکر فرمائے ہیں اسی طرح آپ ﷺ احکام کے شارع بھی ہیں یعنی آپ ﷺ نے ان احکام کو نافذ فرمایا اور وہ امت کے لیے واجب الاتباع قرار پائے۔ قران پاک نے آپ ﷺ نے اس حیثیت کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

"وَ یُحِلُّ لَہُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیۡہِمُ الۡخَبٰٓئِثَ "[3]

"اور رسول اللہ ﷺ ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزیں حرام فرماتے ہیں"۔

رسولِ کریم ﷺ نے جن اشیاء کو حلال یا حرام قرار دیا ان کا ذکر قرآن پاک میں موجود نہیں ان کا ذکر فقط احادیث مبارکہ میں موجود ہے، آپ ﷺ نے شکار کرنے والے درندوں اور پرندوں کو حرام فرمایا حشرات الارض کو حرام فرمایا اور ان تمام اشیاء کے حرام ہونے کا علم ہمیں فقط حدیث سے ملتا ہے، اگر احادیث نبویہ کو حجت نہ جانا جائے، تو حلت وحرمت کے اکثر احکام کے لیے شریعت مقفل نہیں ہوگی۔

قران پاک کا نفس مضمون بھی حدیث سے سمجھ آتا ہے اس لیے کہ بعض اوقات قرآن کا نزول کسی خاص پس منظر میں ہوا ہوتا ہے یا کسی خاص سوال کے جواب میں نزول ہوتا ہے کبھی مشرکین یا منافقین کے رد میں کوئی آیت نازل ہوتی ہے۔ کبھی عہد رسالت مآب ﷺ کے کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ کبھی صحابہ کے کسی عمل پر تنبیہ یا تائید کے لیے کسی آیت کا نزول ہوتا ہے لہذا جب تک ایسی آیات کے سبب نزول کا علم نہ ہو گا تب تک قرآن پاک کی درست تفہیم ممکن نہیں ہو سکتی۔اگر فہم قرآن کے لیے احادیثِ رسول ﷺ کو معتبر سبب نہ جانا جائے تو قرآن کی بعض آیات ایک معمہ بن کر رہ جائیں گی۔

انکارِ حدیث کا تاریخی ارتقاء

لوگوں کو ہدایت پر لانے کے لیے اللہ تعالی نے دو طرح کی وحی نازل فرمائی۔وحی جلی اور وحی خفی یعنی مطالب قرآن سمجھانے کے لیے جو کچھ آپ ﷺ بیان فرماتے ہیں وہ سب بھی منزل من اللہ ہے۔

نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کو کچھ عطا فرمارہے تھے تو ایک شخص نے آپ ﷺ سے کہا اے محمد ﷺ عدل کیجئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھ سے زیادہ عدل کرنے والا میرے بعد کسی کو نہ پاؤ گے، اور وہ شخص آپ کی مجلس سے اٹھ گیا۔

"سیدنا جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ حنین سے واپس لوٹے تو جعرانہ کے مقام پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں چاندی تھی نبی کریم ﷺ اس سے مٹھی بھر کر تقسیم فرمارہے تھے تو ایک شخص نے کہا اے محمدؐ عدل کرو! تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون کرے گا، بے شک تو (وہ شخص) بڑا ذلیل وخسارہ میں ہوا ,اگر میں عدل نہ کروں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی مجھے اجازت دے اس منافق کو قتل کر دوں، فرمایا میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں لوگ کہیں گے میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہوں، یہ اور اس کے ساتھی قرآن پڑھیں گے مگر ان کے گلے سے آگے نہ نکلے گا دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے"[4]

یہ وہ پہلا شخص خارجی تھا جس نے آپ ﷺ کے عمل مبارک (حدیثِ فعلی) پر اعتراض کیا اور آپ ﷺ کی مجلس سے نکل گیا۔

"حضرت عمران بن حصین ایک جگہ اپنے مصاحبین کے ساتھ تشریف فرماتھے، قوم میں سے ایک شخص بولا کہ آپ ہمیں صرف قرآن ہی پڑھ کر سنایا کریں، تو آپ نے فرمایا کیا؟ تو قرآن جانتا ہے تو پھر یہ تو بتا کہ قرآن میں ظہر کی چار رکعت، فجر کی دو، رکعت عصر کی چار رکعت، مغرب کی تین رکعت، عشاء کی چار رکعت اور پہلی دو رکعت میں قرات ہونا، بیت اللہ شریف کا طواف میں سات چکر لگانا، اسی طرح صفا مروہ کے سات چکر لگانا، تمہیں ان کی تعداد کہاں سے معلوم ہوئی؟ عرفہ میں ٹھہرنا، رمی جمار کرنا ،چور کے ہاتھ کہاں سے کاٹنا، کلائی سے، کہنی سے یا کندھوں سے، طواف کے بعد دو رکعتوں کا مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھنا، قرآن شریف میں نماز، حج، طواف، صفہ مروہ، کا ذکر ہے زکوۃ کا حکم ہے، کتنی دینی چاہیے، اونٹوں، گائیوں، بکریوں، میں سونا چاندی میں کتنی دینی چاہیے؟ یہ قرآن میں اس کی تفاصیل کہاں پہ ہیں؟ پھر حضرت عمران بن حصین نے فرمایا کیا یہ باتیں تمہیں ہم سے پتہ نہیں چلی؟ اور ہم نے رسولِ خدا ﷺ سے اخذ کیا، ہم نے رسولِ خدا ﷺ سے بہت سی باتیں لی ہیں، جن کا تمہیں علم ہی نہیں ہے، اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی اپنی کتاب مدخل صغیر و کبیر میں اور حافظ عبد احافظ ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں بیان کیا ہے اور امام سیوطی نے مفتاح الجنہ کے صفحہ نمبر 42 ،پر ذکر کیا ہے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آدمی جس نے حضرت عمران بن حصین سے سوالات کیے تھے اور پھر حضرت عمران بن حصین کے سمجھانے پر اس آدمی کے بارے میں حسن

بصری لکھتے ہیں کہ یہ آدمی مسلمانوں کا فقیہ بن کر دنیا سے اٹھ گیا تھا اور اس آدمی نے حضرت عمران بن حصین سے کہا جس طرح آپ نے مجھے زندہ کیا خدا آپ کو بھی زندہ کرے"۔

منصبِ رسالت نمبر کے دیباچہ میں مولانا مودودی صاحب لکھتے ہیں:

"انکار سنت کا فتنہ اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے دوسری صدی ہجری میں اٹھا تھا، اور اس کے اٹھانے والے خوارج ومعتزلہ تھے خوارج کو اس کی ضرورت اس لیے پیش آئی، کہ مسلم معاشرے میں جو وہ انارکی پھیلانا چاہتے تھے، اس کی راہ میں رسول اللہ ﷺ کی وہ سنت حائل تھی، جس نے اس معاشرہ کو ایک نظم وضبط پر قائم کر رکھا تھا، معتزلہ کو اس کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ عجمی اور یونانی فلسفوں سے پہلا سابقہ پیش آتے ہی اسلامی عقائد اور اصول واحکام کے بارے میں جو شکوک وشبہات ذہنوں میں پیدا ہونے لگے تھے، انہیں پوری طرح سمجھنے سے پہلے ہی وہ حل کر دینا چاہتے تھے، خوارج چونکہ معاشرہ میں انارکی پھیلا رہے تھے، امت کو اس راہ سے ہٹانا چاہتے تھے جو راہ معاشرہ کو رسول اللہ نے دی تھی، تو انہوں نے حدیث وسنت میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کی، اور معتزلہ عجمی اور یونانی فلسفوں سے ناواقف تھے ان کا تنقیدی مطالعہ نا کر سکتے تھے، تو انہوں نے قرآنی آیات کے ایسی تعبیر کی کہ عقلی لحاظ سے صرف وہی قبول کیا جائے گا، جو خود کی سمجھ میں آئے، اور ہر اس بات کا انکار کر دیا جائے گا، جو ان کی عقل میں نہ آسکے اگرچہ وہ احادیث میں موجود ہو، تو اس طرح سے معتزلہ نے بھی ذخیرہ احادیث سے منہ موڑ لیا اور انکارِ حدیث کی راہ اختیار کر لی"[5]۔

یہ دونوں فتنے خوارج ومعتزلہ تھوڑی مدت چل کر اپنی موت آپ مر گئے اور پھر تیسری صدی ہجری سے لے کر صدیوں تک اسلامی دنیا میں ان کا نام ونشانی باقی نہ رہا، جن بڑے بڑے اسباب نے ان کا قلا قما کیا وہ یہ ہیں۔

مولانا مودودی صاحب نے جن اسباب کی نشاندہی کی وہ یہ ہیں۔

1: محدثین کا زبردست کام

جس نے مسلمانوں کے سوچنے سمجھنے والے لوگوں کو مطمئن کر دیا، کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت جن ذرائع سے امت تک پہنچی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، بلکہ معتبر طریق سے امت تک پہنچی ہے، دوسری صدی ہجری میں جب خورج نے انارکی پھیلانے کی کوشش کی، اور سنتِ رسول ﷺ سے لوگوں کو روگرداں کیا تو محدثین نے ایسا علمی ذخیرہ جمع کیا کہ ان کی اسناد پر بحث کی، کتب حدیث مدون کیں، اصول وضع کیے، اور رواۃ کے حالات قلم بند کیے، تو ایسے علمی محاکمہ سے خورج ومعتزلہ کی ہوا اُکھڑ گئی۔

2: قرآنی تشریحات:

قرآنی تشریحات سے یہ بات واضح کر دی گئی، کہ نبی کریم ﷺ کی وہ حیثیت جو خوارج ومعتزلہ دینا چاہتے ہیں کہ بس وہ نامہ بردار کی طرح صرف قرآن پہنچانے کے لیے مامور تھے، نہیں! بلکہ قرآن پہنچانے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ، معلمِ انسانیت، رہنما، قاضی، حاکم، مصلح اور قانون دان بھی تھے، اور خود قرآن کا باب ہے کہ آپ ﷺ کی پیروی امت پر فرض ہے۔

3: منکرینِ سنت کی اپنی تاویلات:

منکرینِ سنت نے قرآن کی ایسی تاویلات کیں، کہ جب سنت کا تعلق قرآن سے توڑ دیا جائے، تو دین کا حلیہ کس طرح بگڑ جاتا ہے۔

4:امت کا اجتماعی ضمیر:

امت کسی طور پر بھی تیار نہ تھی کہ مسلمان کبھی بھی رسول اللہ ﷺ کی پیروی سے آزاد ہو سکے۔ یہ چار بنیادی باتیں تھیں، جن کی وجہ سے خورج و معتزلہ زیادہ دیر تک ٹھہر نہ سکے، اور آج 14 صدیوں سے خورج معتزلہ کا نشان بھی باقی نہیں رہا ۔مودودی صاحب لکھتے ہیں:

"اس فتنہ انکارِ حدیث کی دوسری پیدائش کا سبب بھی وہی تھا، جو دوسری صدی میں پہلی بار اس کی پیدائش کا سبب بنا تھا، یعنی بیرونی فلسفہ اور غیر اسلامی تہذیبوں سے سابقہ پیش آنے پر ذہنی شکست خوردگی میں مبتلا ہو جانا، اور تنقید کے بغیر باہر کی ان ساری چیزوں کو سراسر تقاضہ عقل مان کر اسلام کو ان کے مطابق ڈالنے کی کوشش کرنا"۔[6]

مولانا مودودی صاحب نے جو تشخیص کی ہے کہ فتنہ انکارِ حدیث کے دوسرے جنم کا مقصد بھی وہی پرانا، نکلا کہ وہ اسلام کی ایسی مرمت کرنا چاہتے ہیں کہ حدیث و سنت کو خیر آباد کہہ دیا جائے پھر پیچھے قرآنی الفاظ بچیں گے، جن پر نہ کوئی عملی نمونہ، نہ روایات کا ذخیرہ، نہ کوئی پس منظر اور نہ ہی معتبر تعبیر و تشریح، قرآنی الفاظ پر تاویلات کے من چاہی تعبیرات کی بھرمار ہو، اور اسلام کو موم کا گولا بنا کر اغیار کے ہاتھ میں کھیلا جا سکے، اس مقصد کے حصول کے لیے قدیم منکرین کی روش پر جدید منکرین نے بھی بنیاد رکھی، اور حجیت حدیث، تدوین حدیث پر بحث بے جا شروع کر دی اور حدیث کے سند و مستند ہونے سے انکار کر دیا۔

مولانا مودودی صاحب نے اس فتنہ انکارِ حدیث کو فروغ دینے والوں کے حربوں کا ذکر یوں کیا ہے۔

1:"حدیث کو مشتبہ ثابت کرنے کے لیے مستشرقین نے جتنے حربے استعمال کیے ان پر ایمان لانا، اور اپنی طرف سے اس حواشی کا اضافہ کر کے عام مسلمانوں میں پھیلانا ۔

2: احادیث کے مجموعوں کو عیب چینی کے نظر سے کھنگالنا۔

3: رسول اللہ ﷺ کے منصبِ رسالت کو محض ایک ڈاکیے کا منصب قرار دینا ۔

4: صرف قرآن کو اسلامی قانون کا ماخذ قرار دینا ۔

5: امت کے تمام علماء و فقہاء اور محدثین و مفسرین اور ائمہ لغت کو ساقط الاعتبار قرار دینا ۔

6: خود ایک نئی لغت لے کر قرآن کی تمام اصطلاحات کے معنی تبدیل کرنا"[7]

ان نکات اور حربوں کی تشخیص مودودی صاحب نے کی ہے کہ منکرینِ حدیث کے مذموم مقاصد یہ ہیں کہ، جو اپنی عقل میں سب ٹھیک ہے، اور جو اکابرینِ امت بلکہ خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائے، وہ قابل اعتماد نہیں ہیں، جبکہ مستشرقین کی باتیں ان کو بھلی لگتی ہیں، مزید مولانا ابو الاعلی مودودی صاحب منکرینِ حدیث کے حربوں کے نتیجے میں بننے والے نظام پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں :

اس تخریبی کام کے ساتھ ساتھ ایک نئے اسلام کی تعبیر بھی ہو رہی ہے، جس کے بنیادی اصول صرف تین ہیں۔

پہلا اصول:

"تمام شخصی املاک ختم کر کے ایک مرکزی حکومت کے تصرف میں آئے گا اور وہی حکومت افراد کے درمیان تقسیم رزق کی ذمہ دار ہو جائے گی اور اس کا نام نظامِ ربوبیت کہا جاتا ہے"۔

دوسرا اصول:

"تمام پارٹیاں اور جماعتیں توڑ دی جائیں اور مسلمانوں کو قطعاً کوئی جماعت بنانے کی اجازت نہ دی جائے"۔

تیسرا اصول:

" قرآن پاک میں جہاں اللہ اور رسول پر ایمان لانے اور اطاعت کرنے کا حکم ہے، اس سے مراد مرکزِ ملت ہے اور مرکزِ ملت چونکہ خود اللہ اور رسول ہے، اس لیے قرآن کو جو معنی چاہیں پہنادیں"

مولانا ان اصولوں کو بیان کرنے کے بعد یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ ہمارے حکمرانوں کے لیے یہ تصور خوش کن ہے اور مرکزِ ملت بہت اپیل کرنے والا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ مرکزِ ملت وہ خود ہوں۔

ابو الاعلی سید مودودی صاحب نے اپنے اس مضمون سنت کے آئینی حیثیت کے دیباچہ میں منکرینِ حدیث کی تاریخ، منکرینِ حدیث کے مقاصد، منکرینِ حدیث کے حربے، منکرینِ حدیث کی سطحی تحقیق کا جائزہ اور ناکامی کے اسباب سمیت کئی انداز سے منکرینِ حدیث کا علمی محکمہ کیا ہے، تیرویں صدی ہجری کے منکرینِ حدیث کے نظامِ ربوبیت کا جائزہ پیش کیا ہے، منکرین حدیث کی مراد "اللہ اور رسول" سے کیا ہے اور اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول کا مطلب منکرین کے نزدیک مرکز ملت ہونا پر سیر حاصل بحث کی ہے، کہ اللہ اور رسول کی اطاعت سے منکرینِ مرکزِ حکومت کی اطاعت مراد لیتے ہیں، جو کہ کسی صورت جائز نہ ہے بلکہ قرآن کی تعبیر و تشریح جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی، وہ تو منکرین غیر معتبر مانتے ہیں، لیکن من چاہی تفسیر کرنا چاہتے ہیں اس بات پر ذی شعور بآسانی سمجھ سکتا ہے، کہ جس ذات پر قرآن نازل ہوا، جن کو خود اللہ تعالی نے پڑھایا، جن کو خود اللہ تعالی نے قرآن کی تفسیر اور تشریح کا حکم دیا، جن کی اطاعت کو امت پر واجب قرار دیا، یقیناً انہی کی اطاعت میں فلاح و کامرانی ہے، اور اگر اس ذات کی تعبیر و تشریح غیر معتبر ہے؟ تو منکرینِ حدیث کے نزدیک، تو انصاف سے سوچیے! ان منکرینِ حدیث کی قرآن کی تعبیر و تشریح کس طرح معتبر ہو سکتی ہے؟ اس طرح یہ اپنی تردید آپ ہیں، البتہ مولانا مودودی صاحب نے اس مضمون میں منکرینِ حدیث کے اغراض و مقاصد اور ان کے حربوں کا ذکر کر کے خوبصورت دلائل سے علمی محاکمہ کیا ہے، کہ اگر کوئی شخص غیر جانبدار ہو کر مطالعہ کرے تو حتی الوسع، اس کا ذہن حدیث کے معتبر ہونے سے متعلق صاف ہو جاتا ہے۔

فتنہ انکارِ حدیث کی تاریخ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب بیان کرتے ہیں۔

"یہ آواز ہندوستان میں سب سے پہلے سر سید احمد خان اور ان کے رفیق مولوی چراغ علی دہلوی نے بلند کی، لیکن انہوں نے انکارِ حدیث کے نظریے کو علی الاعلان اور باوضاحت پیش کرنے کی بجائے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جہاں کوئی حدیث اپنے مدعا کے خلاف نظر آئی اس کی صحت سے انکار کر دیا خواہ اس کی سند کتنی ہی قوی کیوں نہ ہو، اور ساتھ ہی کہیں کہیں اس بات کا اظہار کیا جاتا رہا کہ یہ احادیث موجودہ دور میں حجت نہیں ہونی چاہیے اور یہ اس کے ساتھ بعض مقامات پر مفید مطلب احادیث سے استدلال بھی کیا جاتا رہا، اسی ذریعہ سے سود کو حلال کیا گیا، معجزات کا انکار کیا گیا، پردہ کا انکار کیا گیا، اور بہت سے مغربی نظریات کو سند جواز، دی گئی ان کے بعد نظریہ انکارِ حدیث کو اور ترقی ملی اور یہ نظریہ کس قدر منظم طور پر عبد اللہ چکڑالوی کی قیادت میں آگے بڑھا اور یہ ایک فرقہ کا بانی تھا جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا تھا اس کا مقصد حدیث سے کلیتاً انکار کرنا تھا، اس کے بعد مولانا اسلم جیراج پوری نے اہل قرآن سے ہٹ کر، اس نظریہ کو اور آگے بڑھایا، یہاں تک کہ غلام احمد پرویز نے اس فتنہ کی باگ دوڑ سنبھالی اور اسے منظم

نظریہ اور مکتبہ فکر کی شکل دے دی، نوجوانوں کے لیے اس کی تحریر میں بڑی کشش تھی، اس لیے اس کے زمانہ میں یہ فتنہ سب سے زیادہ پھیلا"۔[8]

محرکات وعوامل

ڈاکٹر محمد عبد اللہ عابد نے انکار حدیث کے اسباب میں دو قسم کے اسباب نقل کیے ہیں۔

1: داخلی اسباب:

2: خارجی اسباب:

داخلی اسباب میں لکھتے ہیں:

"خواہشات نفس کی پیروی، دوسرا کم علمی اور جہالت، تیسرا عقل معیار بنانا، چوتھا دنیاوی اغراض و مقاصد کا حصول۔

خارجی اسباب:

"پانچواں برطانوی سامراج کی سازش اور چھٹا مستشرقین کی خوشی"[9]

انکار حدیث کے اسباب میں خواہش پرستی عقل چابکدستی، مادہ پرستی مغرب پرستی جیسے اسباب نقل کیے گئے ہیں جو کہ انتہائی حقیقت کے قریب مفہوم کو واضح کرتے ہیں۔

"انکار حدیث کی خشت اول"

یہ مضمون حکیم نور الدین اجمیری صاحب کا لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں:

" ہندوستان میں فتنہ انکار حدیث کی خشت اول عبد اللہ چکڑالوی صاحب نے رکھی تھی اور اسی بنیاد پر مولانا اسلم جراجپوری اور جناب پرویز جیسے اہل قلم اس پر ایک قلعہ تیار کر رہے ہیں، اس علاقے کی فصیلوں پر جو منجنیقیں نصب ہیں، ان کا کام ہی یہ ہے کہ جس سمت سے " قال قال رسول اللہ " کی آواز آئے اس طرف بے تحاشہ آگ برسانا شروع کر دیں، ان لوگوں کو دنیا میں سب سے زیادہ دشمنی اور بیزاری سنتِ رسول ﷺ سے ہے، حکیم نور الدین صاحب لکھتے ہیں کہ منکرینِ حدیث کی نگاہ میں یہ پورے کا پورا سلسلہ ہی غلط ہے صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ، فقہاء، محدثین اور علماء یہ سب کے سب حدیث کو دینی حجت مان کر گمراہی پر جمع ہو گئے تھے، اس گمراہی کی ہندوستان میں سب سے پہلے عبد اللہ چکڑالوی نے نشاندہی کی اور اب جراج پوری اور بٹالوی صاحبان امت مسلمہ کی اس 1300 سالہ گمراہی کے خلاف جہاد کر رہے ہیں، مولانا حکیم نور الدین صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں اس فتنہ انکارِ حدیث کو فروغ نہیں ملا مگر پاکستان میں یہ فتنہ پر پُرزے نکال رہا ہے اور اب تو ان گمراہ کن خیالات کی تبلیغ و اشاعت کے لیے باقاعدہ روزنامہ بھی نکالنے کی تجویزیں ہو رہی ہیں، مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی کی خرافات پر ہزاروں آدمی جمع ہو سکتے ہیں تم منکرینِ حدیث کی آواز پر لبیک کہنے والے بھی میسر آسکتے ہیں "۔

یہ مضمون عبد اللہ چکڑالوی صاحب سے متعلق ہے کہ جس میں حکیم نور الدین کی ان کے ساتھ ملاقات بالمشافہ گفتگو کی تفصیل درج ہے۔ حکیم نور الدین صاحب لکھتے ہیں:

" یہ کہ 1952 کی بات ہے کہ میرا طالب علمی کا زمانہ تھا میں اپنے برادر معظم اور استاد محترم مولانا معین الدین اجمیری سے شہر لاہور میں پڑھتا تھا حضرت مولانا مرحوم ان دنوں لاہور میں درس دیتے تھے پنجاب کے علمی حلقوں میں آپ کے فضل و

کمال اور مہارت علوم کا غلغلہ بلند تھا ایک دن فضل دین نے مجھ سے کہا کہ شہر لاہور میں مولوی عبد اللہ چکڑالوی بانی مذہب اہل قرآن سریا والی گلی میں اپنے معتقدِ خاص چٹو نامی کے یہاں رہتے ہیں اگر آپ کو ان سے ملنے کا شوق ہو تو چلو کسی دن وہاں چل کر ان سے ملیں گے چکڑالوی کا نام سن کر مجھے ان سے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا، ورو اس لیے کہ میں نے حدیث شریف میں پڑھ رکھا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی ہے، کہ ایک زمانہ میں ایسا شخص پیدا ہو گا جس کا نیچے کا دھڑ بے کار ہو گا اس کا سر منڈا ہوا ہو گا وہ اپنے تخت پر سہارا لیے بیٹھا ہو گا جب میری حدیث اس کو سنائی جائے گی تو وہ اس کے ماننے سے انکار کرے گا اور کہے گا،

"ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه"[10]

"ایک زمانہ میں ایک شخص پیدا ہو گا جو جس کا دھڑ مارا، ہوا ہو گا سر اس کا مونڈا ہوا ہو گا اپنے تخت پر سہارا لے کر بیٹھے گا جب میری حدیث اس کے سامنے بیان کی جائے گی تو اس کے ماننے سے انکار کرے گا اور کہے گا"

مولانا نور الدین صاحب لکھتے ہیں:

مولوی فضل الدین کی زبانی اتنا تو مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ یہ شخص یعنی عبد اللہ چکڑالوی حدیثِ نبوی کا منکر ہے اور علم دین کے بارے میں صرف قرآن پر حصر کرتا ہے اس لیے مجھے اس سے ملنا بھی تھا اور اس کا حلیہ اور صورتِ نشست بھی میں دیکھنا چاہتا تھا کہ آیا یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں رسول اکرم ﷺ پیشگوئی فرما چکے ہیں، مولانا نورالدین صاحب لکھتے ہیں کہ میں اپنے ایک دوست مولوی محمد عباس کے ہمراہ فضل دین کو لے کر چکڑالوی صاحب کو دیکھنے کے لیے گیا، یہ ہماری پہلی ملاقات تھی عبد اللہ چکڑالوی صاحب اپنے ایک خاص معتقد چٹو کے پاس رہتے تھے ہم جو ملاقات کے لیے وہاں پہنچے تو مغرب کی نماز کا ٹائم ہو چکا تھا مغرب کی نماز لوگوں کے ساتھ باجماعت پڑھنے کے لیے جب لوگ کھڑے ہوئے تو تو امام صف کے بیچ میں کھڑا ہوا، سب نے تمام ارکان ادا کیے، رکوع، سجود و جلسہ تو ان میں قرآن کے مختلف آیتیں پڑھتے رہے، میں نے مولوی عباس کے ساتھ علیحدہ ہو کر اپنی نماز پڑھی اور فضل دین قادیانی نے اپنی نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد مولوی عبد اللہ چکڑالوی اپنے تخت پر براجمان ہوئے، تو میں نے دیکھا کہ وہ نیم دراز ہو کر اپنے ہاتھ کی کہنی کو تخت پر ٹیک لگا کر سر کو ہتھیلی پر سہارا دے کر حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے ان کے زمن یعنی دھڑ، مارا، ہوا تھا، اور سر کے بال منڈے ہوئے تھے، میں پہلے دیکھ چکا تھا حدیث شریف کی پیشگوئی حرف حرف اس منکرِ حدیث پر صادق آتی تھی میں نے ان کو سلام کیا سلام کے جواب میں انہوں نے "سلام علیکم" کہا، میں نے پھر عرض کی سنا ہے آپ حدیث کو نہیں مانتے اور ابھی میں نے دیکھا کہ آپ نے بھی مغرب کی تین رکعتیں ہی پڑھی ہیں، میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن مجید کی کس صورت میں نماز پنجگانہ کی علیحدہ علیحدہ تعدادِ رکعات کن آیتوں میں مذکور ہیں کہ صبح کے دو فرض، ظہر، عصر، عشاء، کے چار چار، مغرب کے تین فرض پڑھے جائیں، اس کے جواب میں مولوی عبد اللہ چکڑالوی نے کہا میں نے قرآن کی ایک تفسیر لکھی ہے اور وہ چھپ گئی ہے، اس کی صراحت اس میں موجود ہے دیکھ لیں تو میں نے عرض کی جب خود مفسر صاحب میرے سامنے موجود ہیں، تو مجھے اس دردِ سر دکی کیا ضرورت ہے؟ کہ گراں قدر سرمایہ لگا کر خریدوں تفسیر پھر پڑھوں تو بہتر ہو گا کہ آپ خود ہی ان آیتوں کی نشاندہی فرما دیں، اس کے بعد میں نے پھر ایک حدیث مبارکہ پڑھی کہ نبی کریم ﷺ تو ارشاد فرماتے ہیں مجھے قرآن اور اس کا مثل دیا گیا ہے، تو اس پر چکڑالوی صاحب نے طنز کرتے ہوئے کہا کہ دیکھیں قرآن پاک میں ہے کہ کوئی قرآن کی مثل نہیں لا سکتا جبکہ اس حدیث مبارکہ میں ہے کہ مجھے قرآن بھی دیا گیا اور اس کی مثل دی گئی، اس پر ان کو

جواب دیا گیا کہ کفارِ قریش جو قرآن کو کلام الٰہی ماننے سے انکار کرتے تھے اور کہتے تھے یہ سورتیں خود محمد ﷺ نے بنائی ہیں اللہ پاک نے اس واضح دلیل سے قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کو بتایا جو فصحائے عرب کے لیے برہانِ قطعی کا حکم رکھتی تھی۔

مولانا حکیم نور الدین صاحب اپنی دوسری ملاقات یوں بیان کرتے ہیں کہ اس واقعہ کے چند دن بعد میں تنہا فرصت کا وقت نکال کر نماز ظہر کے بعد چکڑالوی صاحب کے پاس گیا حسن اتفاق سے اس وقت اکیلے ہی بیٹھے تھے میں چکڑلوی صاحب کو سلام کر کے بیٹھ گیا تو انہوں نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا اسی لاہور سے پھر دریافت کیا کیسے آئے ہو تو میں نے کہا اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں نے حدیث شریف میں پڑھا ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "ایک زمانہ میں ایک شخص پیدا ہو گا جو جس کا دھڑ مارا، ہوا ہو گا سر اس کا مونڈا ہوا ہو گا اپنے تخت پر سہارا لے کر بیٹھے گا جب میری حدیث اس کے سامنے بیان کی جائے گی تو اس کے ماننے سے انکار کرے گا اور کہے گا" ماوجدنا فی کتاب اللہ الاتبعناہ" "میں یہی دیکھنے کے لیے آیا ہوں کہ خدا کی شان یہ پیشین گوئی آپ پر حرف بہ حرف صادق آتی ہے میرے اس بیان سے چکڑالوی صاحب کو بہت غصہ آیا اور آنا چاہیے تھا، حدیث کا انکار نہ کر سکے کہ ان کو خود بھی اس کا علم تھا کہنے لگے یہ "کھوتے جے بخاری نے خود حدیث گھڑ لی ہے رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہیں کہا "اس پر مجھے ہنسی آگئی اور میں نے کہا میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہی نے یہ پیشین گوئی فرمائی ہے اور آپ پیشین گوئی صحیح بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالی کی جانب سے آپ کو علم دیا جاتا تھا لیکن آپ کے کہنے کو صحیح مان لوں تو پھر مجھے امام بخاری کو ایک اعلی پائے کا محدث ماننے کے علاوہ خدا کا رسول بھی ماننا پڑے گا؟ اس لیے کہ امام بخاری کو گزرے ہوئے ہزار سال سے زیادہ ہو گئے اور ان کی بیان کردہ پیشین گوئی آج بھی صحیح ثابت ہو رہی ہے میری اس ہنسی اور اس جواب پر چکڑالوی صاحب کا غصہ اور زیادہ تیز ہو گیا مگر وہ بیچارا کر ہی کیا سکتا تھا؟ منہ میں جھاگ آرہے تھے اور بار بار امام بخاری کی شان میں گستاخانہ کلمات بک رہا تھا اور میں ہر بار ہنس کر یہی کہتا تھا کہ چلو میں آپ کی خاطر امام بخاری کو ہی اللہ کا رسول مان لوں گا کیونکہ ان کی بات تو، تولہ ماشہ سچی ہو گئی جو انہوں نے کہی تھی چکڑالوی صاحب کے پیچ و تاب کا عالم قابل دید تھا میں وہاں سے اُٹھ آیا"۔

"آمدم بر سر مطلب"

علامہ عبد الستار دہلوی حال مقیم کراچی لکھتے ہیں"

"آمدم بر سر مطلب" کی ہیڈنگ دے کر مولانا موصوف نے فرقہ اہل قرآن کی ہرزاسرائیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

حدیثِ نبوی کی وقعت و عظمت گھٹانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جارہا ہے اور اس کام کے لیے ایک رسالہ بنام "طلوع اسلام" شائع ہوتا ہے جس کا نامہ نگار بغضِ حدیث کا پورا فوٹو ہے اس کے بعد مولانا موصوف نے احادیثِ نبویہ کی مخالف کرنے والی تحریکوں کا ذکر کیا، تو لکھا کہ ہندوستان میں سب سے پہلے عبد اللہ چکڑالوی نے حدیث مبارکہ کی مخالفت کی اور حدیث کا انکار کیا، چکڑالوی کے بعد مولوی محمد اسلم جیراجپوری، جو علی گڑھ یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ ہیں اور سرسید کے شاگرد ہیں انہوں نے اس کا بیڑا اٹھایا اور اس کے بعد زہریلے پودوں کو پرویز صاحب نے سینچا جو پہلے گورنمنٹ آف انڈیا کے کسی دفتر میں کلرک تھے جو بعد میں رسالہ کے ایڈیٹر اور مصنف بنے، تو حدیث کی مخالفت میں انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا یہ غلام احمد پرویز بھی مولانا محمد اسلم جیراجپوری کے شاگردوں میں سے ہے۔

"چنانچہ رسالہ ماہنامہ طلوع اسلام جو کراچی سے شائع ہوتا ہے مارچ 1950ء جلد نمبر تین کے صفحہ نمبر 38 پر "باب المراسلات" میں لکھا کہ ایک مولوی صاحب کا ذکر آیا کہ وحی صرف قرآن شریف ہی ہے اور کوئی وحی نہیں تو انہوں نے فرمایا کہ اگر تم وحی خفی یعنی وحی

غیر متلو کے منکر ہو تو بتاؤ پانچ وقت کی نمازوں کا ذکر قرآن کریم میں کہاں لکھا ہے؟ اس کے جواب میں طلوع اسلام کے اڈیٹر موشگافی کرتے ہیں کہ بخاری شریف کتاب الصلوۃ کی جس روایت میں یہ ذکر آیا ہے کہ پہلے 50 وقت کی نمازیں فرض ہوئی تھی پھر پانچ وقت کر دیے گئے وغیرہ اس روایت سے صاف نظر آتا ہے کہ یہ کسی یہودی کی من گھڑت حدیث ہے پھر دریدہ دہنی کرتے ہیں کہ اگر مسلمانوں نے انہی یعنی ان احادیث اور روایات کو اسی طرح اپنے ساتھ چمٹائے رکھا تو یہ چکی کے پارٹ کی طرح انہیں بھی ساتھ لے ڈوبے گی اور اس کے بعد وہ قوم آئے گی جو قرآن کی مشعلِ ہدایت کی روشنی میں تمام انسانیت کو صراط مستقیم پر لے جائے گی اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے مولانا موصوف نامہ نگار لکھتے ہیں "مقام تعجب وحیرت ذکر کرتے ہیں کہ سوال گندم جواب چنا کی مثال ہے کہ رسالہ طلوع اسلام نام رکھا ہے اور اس میں اسلام والی کوئی بات ہی نہیں ہے بلکہ اس کا نام ہونا چاہیے تھا طلوع دہریت ونیچریت افسوس کے طلوع اسلام میں اسلام اور بانی اسلام کے فرامین کا مذاق اڑایا جارہا ہے یہ ایسے ہے جیسے کسی بوتل میں گدھے کا پیشاب بھر کر عرق گلاب سہ آتشہ کا لیبل لگا دینے سے ہر گز وہ عرق گلاب نہیں بن سکتا سوال تو صرف اتنا تھا کہ احادیث مبارکہ کو اگر تم نہیں مانتے تو قرآن مجید میں نماز کے اوقات اور رکعت دکھا دو تو صاف ظاہر ہے جواب یہ تھا کہ قرآن کے فلاں پارہ فلاں سورۃ کی فلاں آیت میں یہ اوقات یا رکعات موجود ہیں اس طرف کوئی دھیان نہیں دیا بلکہ ایک اور طرف جاکے اراہ فرار اختیار کیا اسی طرح دوسرا اعتراض نامہ نگار نے طلوع اسلام والوں پہ اٹھایا ہے کہ وہ یہی بتادیں کہ گدھے، بلی کی حرمت کا ذکر قرآن میں کس جگہ ہے؟ اگر حوالہ دیں تو بہتر ہے اور اگر پرویز صاحب اور جیراج پوری صاحب حوالہ نہیں دے سکتے تو پھر گدھے اور بلی کے کھانے کا فتوی دیں"۔[11]

اللہ تعالی نے فلاح انسانیت کے لیے انبیاء مبعوث فرمائے اور ان کو کتب بھی عطا کیں، مگر لوگوں نے انبیاء کا انکار کیا اور کتب کو بدل ڈالا پھر اللہ تعالی نے نبوت کی آخری کڑی جناب محمد رسول اللہ کو ختم الرسول بنا کر بھیجا اور ان کو اپنا آخری کلام قرآن مجید عطا فرمایا جس میں خشک و تر کی ہر چیز کا علم رکھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیں اور ان کا تزکیہ کریں اور جو ہم نے آپ ﷺ کی طرف ذکر یعنی قرآن نازل کیا ہے لوگوں کے لیے اس کے احکام واضح کر کے بیان فرمائیں بلکہ اللہ تعالی نے یہاں تک ارشاد فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور غلیظ چیزوں کو حرام ٹھہرانے کی اتھارٹی بھی آپ کو دی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حشرات الارض ،چیر پھاڑ کرنے والے پرندوں اور درندوں کو حرام فرمایااور مچھلی کو حلال فرمایا ، بہت سارے ایسے مقامات قرآن پاک میں اللہ تعالی نے بیان فرمائے ہیں جس میں کسی بات پر تنبیہ، کسی سوال کا جواب یا کسی صحابی کے عمل کی تائید پر آیات نازل ہوئیں ،جب احادیث مبارکہ کو تفسیر میں نہ لیا جائے یا جب احادیث مبارکہ کو معتبر نہ مانا جائے تو پھر قرآن کی بہت ساری آیات معمہ بن کر رہ جائیں گی۔

[1] Al-Nahl 16:44

[2] Al-Baqarah 2:129

[3] Al-A‘rāf 7:157

[4] Imām Muslim, Muḥammad ibn Ḥajjāj, *Al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ*, Bāb Dhikr al-Khawārij wa Ṣifātihim, Ḥadīth No. 2449

[5] Abū al-A‘lā Mawdūdī, *Sunnat kī Ā’īnī Ḥaisiyat*, p. 6

[6] Abū al-A‘lā Mawdūdī, *Sunnat kī Ā’īnī Ḥaisiyat*, p. 9

[7] Abū al-A‘lā Mawdūdī, *Sunnat kī Ā’īnī Ḥaisiyat*, p. 19

[8] Muftī Muḥammad Taqī ‘Uthmānī, *Dars-i-Tirmidhī*, Maktabah Dār al-‘Ulūm Karachi, 1980, p. 26

[9] Mahnāmah Muḥaddith, *Fitnah Inkār-ī Ḥadīth Number,* p. 126

[10] Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Sunnah, Bāb fī Luzūm al-Sunnah, Ḥadīth No. 4605

[11] Pandrah Rōzah Ṣaḥīfah Ahl-e-Ḥadīth, *Khuṣūṣī Ḥadīth Number*, p. 62